دین و دانش

پروفیسر سید محمد شمس الدین

فن روایت اور درایت

علم حدیث میں روایت اور درایت دونوں اپنی جگہ مسلم الثبوت ہیں۔ ہر روایت کے دو حصے ہوتے ہیں ایک کو سند CHAN OF TRANSMITER اور دوسرے کو متن TEXT کہتے ہیں۔

دونوں کو جانچنے کے لئے مختلف علوم و فنون وضع کئے گئے۔ سند اور متن دونوں کے بارے میں مسلمان نے جس تحقیق کا ثبوت دیا اس کا تذکرہ یوں ہے۔

اصول روایت اور فن اسماء الرجال:۔

فن روایت کے سلسلے میں محققین نے اس بات کے جاننے کا پورا اہتمام کیا کہ جو احادیث و آثار دستیاب ہوتے ہیں وہ کن افراد کی وساطت سے پہنچے ہیں۔ پھر یہ کہ اس روایت حدیث کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا ہے یا نہیں؟ درمیان میں کوئی کڑی گم شدہ تو نہیں۔ ایک ایک روایت کتنے واسطوں سے جامع کتاب کو پہنچی ہے۔ ان واسطوں میں کون کون واسطے قابل اعتبار ہیں! حدیث کے ان راویوں کے درمیان کہیں ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے اس حدیث کی سماعت کی ہے یا نہیں! (۱)

اس کے علاوہ ان راویوں کے بارے میں یہ بات تحقیق کی حد تک پہنچا دی گئی ہے کہ وہ صاحب کردار تھے یا نہیں! بہترین قوت حافظہ کے مالک تھے یا نہیں۔ ثقہ تھے یا نہیں! ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک تھے یا نہیں! یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت اس لئے تھی کہ آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت تھی۔

اس بات میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے والے شخص کے کردار اور حافظے کو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ راویوں کے حالات، روز مرہ کا معمول، انکی ذاتی زندگی اور کردار کی تفصیلات کو جاننے کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس طرح اسماء الرجال کا فن معرض وجود میں آیا۔

اس فن کے ماہرین نے بے شمار تکالیف برداشت کیں۔ دور دراز کے سفر اختیار کئے اور بغیر کسی رورعایت کے تمام راویوں کے عیب و ہنر اور زندگی کے تمام پہلو آشکارا کئے۔ ان کی ذاتی زندگی، انکے حافظے، انکے تعلقات اور ان کا قابل اعتماد ہونا یا نہ ہونا یہ سب کچھ انہوں نے جاننے کی کوشش کی اور اس طرح فن اسماء

الرجال پر بہت ساری کتابیں لکھی گئیں جنکی بنیاد پر روایات، احادیث کی صحت اور درستی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ان کتب میں مشہور یہ ہیں۔

۱۔ تہذیب التہذیب ۲۔ تقریب التہذیب ۳۔ میزان الاعتدال ۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۵۔ الاصابہ ۶۔ کتاب ابن سعد ۷۔ کتاب العلل للترمذی ۸۔ امام بخاری کی تواریخ

مولانا شبلی نعمانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں جرمن زبان کے مشہور عربی دان ڈاکٹر سپرنگر (SPRINGER) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:۔

"نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری ہے اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (۲)

فن درایت:۔

احادیث کی تدوین کے سلسلے میں دوسری اہم بات فن درایت ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم کیا جائے کہ جو واقعہ اس میں بیان ہوا ہے وہ روایت بالمعنیٰ ہے یا روایت باللفظ، وہ واقعی کسی ایک راوی نے بیان کیا ہے یا متعدد راویوں نے۔ اس واقعہ کو انسانی عقل مانتی بھی ہے یا نہیں وہ واقعہ معقول بھی ہے یا نہیں۔

اصول درایت:۔

چنانچہ محدثین نے تدوین حدیث کے ساتھ فن درایت کے اصول بھی مرتب کئے ان کے خیال میں حسب ذیل صورتوں میں روایت ناقابل اعتبار ہو گی۔

۱۔ روایت عقل کے خلاف ہو اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو۔

۲۔ روایت مسلمہ، اصولوں کے خلاف ہو۔

۳۔ روایت محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۴۔ روایت قرآنِ پاک، یا حدیثِ متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

۵۔ روایت میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔

۶۔ روایت میں معمولی کام پر بڑے اجر کا وعدہ ہو۔

۷۔ روایت رکیک المعنی ہو۔

۸۔ روایت کسی ایسے شخص سے ہو جس سے کسی اور نے روایت نہ کی ہو اور نہ یہ راوی اس شخص سے ملا ہو۔

۹۔ روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونا ضروری ہو۔ اس کے باوجود ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو۔

۱۰۔ جس روایت میں کوئی اہم واقعہ بیان ہوا ہو۔ اگر وہ واقعہ معرض وجود میں آتا تو لوگوں کی کثیر جماعت / تعداد اسے بیان کرتی۔ اس کے باوجود صرف ایک راوی نے اس کی روایت کی ہو۔ (۳)

اسناد کے لحاظ سے احادیث کی تقسیم:۔

محدثین کرام نے احادیث کو سند کے لحاظ سے مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ کسی بھی درجے کی حدیث میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

۱۔ حدیث صحیح۔ ۲۔ حدیث حسن۔ ۳۔ حدیث مرفوع۔ ۴۔ حدیث متصل ۵۔ حدیث مسند ۶۔ حدیث مشہور ۷۔ حدیث ضعیف ۸۔ حدیث موقوف ۹۔ حدیث منقطع ۱۰۔ حدیث معضل ۱۱۔ حدیث غریب ۱۲۔ حدیث فرد ۱۳۔ حدیث عزیز ۱۴۔ حدیث متواتر ۱۵۔ حدیث منکر ۱۶۔ حدیث شاذ ۱۷۔ حدیث معلق ۱۸۔ حدیث مدلس ۱۹۔ حدیث معلل ۲۰۔ حدیث مدرج ۲۱۔ حدیث موضوع

محدثین نے احادیث کے مجموعوں کو بھی مختلف نام دئے جو انکی صحت وسقم اور اعلیٰ وادنیٰ کے فرق مراتب کو واضح کرتے ہیں۔

۱۔ خبر یا مفرد ۲۔ سند ۳۔ معجم ۴۔ سنن ۵۔ جامع ۶۔ مستدرک ۷۔ مستخرج ۸۔ رسالہ ۹۔ اربعین

(تفصیل کے لئے ابن حجر کی کتاب نخبۃ الفکر ملاحظہ ہو)

محققین موضوعات / روایت / درایت:۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے رسالہ "تحقیق" کے پہلے شمارے میں اسکے متعلق طویل گفتگو کی ہے اس کی تلخیص یوں ہے۔

"ان اصولوں کو ملا علی قاری نے عمدہ طور پر منطبق کیا ہے۔ چنانچہ خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کرنے کی روایت کو انہوں نے بڑے عمدہ طریقہ اور قوت استدلال سے غلط ثابت کیا ہے۔ (اس کی تفصیل دوسرے سوال کے جواب میں ملاحظہ ہو)

حدیث کے حوالے سے تحقیق کے فن کو ترقی دینے والوں میں "حاکم نشاپوری" ایک بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے محقق، محدث ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "معرفہ علوم الحدیث میں حدیث کی تحقیق کو۔ وسعت دی کہ شاید و باید۔ انہوں نے احادیث کو ۵۰ قسموں پر منقسم کیا۔ اس طرح ہر قسم ایک اصول تحقیق پر مبنی ہے۔ وہ اس اصول تحقیق کی تشریح بھی کرتے جاتے ہیں۔ اور مثالیں دے دے کر کئی مختلف صورتوں میں اسے منطبق کرتے جاتے ہیں۔ یہ اصول آج بھی بیانات کو حقائق سے ممیز کرنے میں کار آمد ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حاکم کا پہلا اصول اسناد کی آخری کڑی کی واقفیت حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ اس کے تحت کسی اسناد کی

دوران مباحث سوال اٹھائے جانا، اور ان کا حل تلاش کرنا، یا دوسرے لفظوں میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہدف بنا کر اپنی معلومات کو زیادہ نتیجہ خیز بنانا اس کا طریقہ ہے۔ وہ تاریخیت کا لحاظ کرتا ہے۔

متعدد مباحث میں تمام قابل تنقیح مواد کا احاطہ کرتا ہے۔

مصنف کی لکھی ہوئی تحریر سے استناد کرتا ہے۔ (ص، ۱۱، ۲۷)

اپنی دیکھی ہوئی دستاویزات کی صراحت کرتا ہے۔ (ص، ۱۴، ۱۵)

نتائج اخذ کر کے پیش کرتا جاتا ہے۔

بنیادی، آخذ کی اہمیت سے واقف ہے۔ (ص، ۲۹)

تقابل اور تحقیق متن کی طرف بھی پوری طرح متوجہ ہے۔ (ص، ۲۹)

اور کیوں نہ ہو کہ وہ خود "وراق" ہے۔ وہ اختلاف متن کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ناقلین کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خود کو بھی نہیں بخشتا۔

چنانچہ ایک اختلافی بحث کا خاتمہ وہ اس جملے پر کرتا ہے کہ ہم نے ان کا یہ قول بغیر دیکھے ہی نقل کر دیا ہے۔ (ص، ۲۹)

بہر کیف یہ ایک کمزوری ہے جس کا وہ خود معترف ہے۔ گو کہ اس اعتراف میں بھی ایک احتیاط ہے۔ اور بھی کئی صورتیں الفہرست میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ابن ندیم کہیں کہیں مجہول روایت اور رائے بھی نقل کرتا ہے۔ مگر اس صورت میں مثلاً، دو معروف آراء یا روایات دیں تو ان کی تائید مزید میں ایک بے نام یا مجہول راوی کی روایت یا رائے بھی کہیں وہ اپنی نارسائی کا صاف اعتراف کر لیتا ہے۔ کہ فلاں بات معلوم نہ ہو سکی۔ یہ قابل تحقیق بات ہے۔ یہ اعتراف خود اس کے اعلیٰ ذوق تحقیق پر دال ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ندیم قدیمہ نوشتہ جات اور نادر الوجود تحریروں میں خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ سماع کتاب، استدراک متون میں خطاء تحریف کی نشاندہی کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ (ص ۱۱۴) اس کا ایک محتاط انداز ہے۔ جو قدیم انداز تحقیق کی بہتر نمائندگی کرتا ہے۔

چنانچہ ایک خاص گروہ کے بارے میں یوں اظہار رائے کرتا ہے۔ کہ اس کے قائدین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے لیکن وہ سب اصحاب تصنیف نہیں ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ہم ایک شخص کے بارے میں یہ سمجھتے ہوں کہ وہ صاحب تصنیف نہ ہو مگر وہ حقیقتاً صاحب تصنیف ہو اور اس کی تصنیف ہم تک نہ پہنچی ہو۔ کیونکہ ان کی کتابیں مخفی اور محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ (ص ۴۴۰)

اسی طرح ایک اور گروہ کے بارے میں معلومات پیش کرتے ہوئے وہ اپنے، آخذ کا حوالہ دے کر صاف لکھ دیتا ہے کہ اس سلسلے میں صدق اور کذب کی ذمہ داریوں سے بری ہوں۔ (ص، ۴۴۹)

پوری کڑیاں معلوم کرنا سنت صحیح سے ثابت ہے اور یہ کہ انسان کو اسناد کی اوپر کی کڑی معلوم کرنے کی اور نیچے کی کڑی پر اکتفانہ کرنے کی اجازت ہے۔ اگرچہ اس نے ثقہ آدمی سے سنا ہو۔

اس کی دلیل صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ کہ سند کے عالی ہونے کا مفہوم محض کڑیاں گننا بھی نہیں اس کی شناخت عقل و فہم سے ہوتی ہے۔ حاکم کی ان تصریحات سے اولین ماخذ کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ثانوی ماخذ کے مقابلے میں اولین ماخذ کی تلاش و تحقیق دستاویزی تحقیق کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اور اسکی بہترین صورت علوم حدیث ہی میں ملتی ہے۔ حاکم کا تیسرا اصول محدث کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنا ہے کہ اسانید کے متعلق اس کا صدق، اتقان، تحقیق و تنقیص، اصول کی صحت، عمر، وفات پھر غفلت (جھول) اپنا یا اپنے علم اور اصول کے استخفاف وغیرہ کا کیا حال ہے؟

یہ ایک عمدہ اصول تحقیق ہے جس کا لحاظ کر کے ہم اپنے مؤرخوں، ادبی مؤرخوں، تذکرہ نویسوں اور وقائع نگاروں کے بیانات کے بارے میں بہتر داد تحقیق دے سکتے ہیں حاکم نے اپنے ساتویں اصول میں صحابہ کو ان کے درجات کے مطابق پہچاننے پر زور دیا ہے۔ ادبی تحقیق میں یہی اصول درجہ بہ درجہ شعراء و مصنفین کی پہچان پر صادق آئے گا۔ اسی طرح حاکم نے جرح و تعدیل، صحیح و سقیم کی پہچان، احادیث اخذ نکات، ناسخ و منسوخ، غریب الفاظ، غریب المتن، غریب السند، حدیثوں کی تحقیق، تدلیس اور مدلسین جنکی وہ ۶ (چھ) صورتیں سامنے لاتے ہیں۔ پھر تعلیل، شاذ روایات، صحت و سقم میں برابری رکھنے والی متناقض یا متعارض روایتیں تعارض نہ رکھنے والی روایتیں، روایت میں زائد الفاظ کی پہچان، محدثین کے مختلف مسلکوں کا علم مذاکرہ جس کے ذریعے سچے اور جھوٹے کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ متن میں تصحیفات یا ردو بدل، اسانید میں تصحیفات یا ردو بدل، راویوں کے اخوان اور قبائل سے واقفیت، انساب کا علم، ناموں کی تحقیق، کنیتوں سے واقفیت، راویوں کے شہر و وطن کا علم، انکے موالی یا اولاد موالی ہونے کی واقفیت عمریں (ولادت و وفات) القاب متشابہات، یعنی کتابت میں ملتے جلتے ناموں اور کنیتوں سے واقفیت وغیرہ وغیرہ کو لیا ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ مثالوں کے ساتھ ساتھ اصول پیش کرتے ہیں۔ (۴)

فہرست الابن ندیم:۔

چوتھی صدی ہجری ہی میں ایک تیسری قابل ذکر تحقیق روایت رو بہ عمل آئی۔ یہ ابن ندیم کی الفہرست ہے۔ جو تحقیق کتابیات کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس دور کے انداز تحقیق کو اس کتاب کی مدد سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ تحقیقی کتابیات آج بھی دستاویزی تحقیق کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے۔ جس کی طرف وقت کے بہترین فضلاء متوجہ رہے ہیں اور ہیں۔

ابن ندیم کی الفہرست ایک ضخیم کتاب ہے۔ اور اس کے موضوعات و مباحث کثیر اور متنوع ہیں۔ جن میں موقع بہ موقع اس نے تحقیق سے کام لے کر اپنی کتاب کو وقیع بنایا ہے۔

تحقیق کے لئے ایک بہتر اور شاندار کتاب خانے کا اس کا ایک تصور ہے۔ (۳۲۱)
کبھی وہ بر بنائے احتیاط فیصلہ صادر کرنے سے بھی گریز کرتا ہے۔ جبکہ پوری معلومات ہمدست نہ ہوں۔ (ص، ۳۱۹)
چھان بین اور درست پیش کش)PRESENTATION(کے معاملے میں بھی وہ خاصا آگے ہے۔
چنانچہ حسب موقع وہ صراحت کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص کے بارے میں اور اس کی کتابوں کے بارے میں ہماری جو تحقیق ہے ہم اسے انشاء اللہ کتاب کے اصل مقام پر بیان کرینگے۔ (ص، ۳۲۱)
کتابوں میں جعل سازی کی نشاندہی کے بارے میں ابن ندیم خاصا مستعد ہے۔
وہ ایک خاص مسلک کا پیرو ہے۔ مگر کتابوں کی چھان بین میں ہم مسلکوں پر بھی بھرپور تنقید کرتا ہے۔ اوبے لاگ رائے کا اظہار کرتا ہے۔ (۲۳۹، ۳۴۲، ۵۱۹، ۵۲۷)وہ درایت اور تالیف میں مہارت اور حذاقت کی تحسین کرتا ہے۔
وہ مصنفوں کے کتب خانوں میں اصل ماخذ کو تلاش کرنے کے قابل ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ میں نے خود صولی (ابو بکر) کے کتب خانے میں اس شخص کا وہ مجموعہ دیکھا ہے کہ جس سے اس نے نقل کیا ہے اور جس کی وجہ سے یہ رسوا ہوا ہے۔ (ص ۲۴۸) (۵)

حوالہ جات

۱۔ آثار الحدیث ج، ا ص، ۲۸۹
۲۔ مقدمہ سیرت النبی ﷺ ج، ا
۳۔ تحقیق ص، ۱۴۔ ۱۷
۴۔ تحقیق، شمارہ اول ص، ۱۴ تا ۱۷
۵۔ ایضاً ص ۱۷ تا ۲۰

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!
یاد رکھیئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!
ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،
فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ______؟